

کی آبشار بھی دیکھ آیا ہوں اور فلاور کلاک کے سامنے کھڑے ہو کر ایک تصویر بھی اُتردا
چکا ہوں... بہرحال شکریہ...»

میں نے بھاک کر رُک سیک کو سٹرپ سے پکڑ کر انٹھا یا اور کاندرے پر ڈال لیا۔
میں رستوران کے دروازے تک پہنچا تو وہ کاؤنٹر سے باہر نکل کر تیزی سے
چلتی ہوئی میرے قریب آچکی تھی... سیاہ ہال اور آنکھیں ایک تاریک گمراہی بجہ
کبھی نہیں چمکتی۔ ہمیشہ بھی رہتی ہے... اس کے خدو خال سوس کی بجائے اطالوی
تنکے اور زنگنٹ بھی برف سفید کی بجائے گارٹھے الپائن دودھ ایسی... وہ قدرے
چھوٹے قد کی تھی اور... اتنی صحت مند تھی کہ انسان دیکھتے ہوئے شرمندہ سا ہو جاتا
ہتھا۔ اس محاذے میں وہ بے قابو سی لگتی تھی۔ شاندروہ مجھ سے عمر میں بھی دو تین سال
بڑی تھی... اس کی شکل بے کشش تھی اور وہ کچھ بھی ہوئی تھی... اس کے ہونٹ
بہت باریک تھے۔

» آپ کو معلوم ہے کہ آج رات جھیل نہن کے کنارے آتش بازی پھرڑی جائے گی
اُسے دیکھے بغیر تو آپ یہاں سے جا ہی نہیں سکتے...« وہ جلدی سے بولی۔

میں نے شدید اکتاہٹ سے اُس کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں ہاتھوں کی الگیاں
ایک دوسرے میں پھنسائے ایک کنڈ ذہن طالب علم کی طرح کھڑی تھی۔

» میں آتش بازی میں کچھ زیادہ دلچسپی نہیں رکھتا۔«

» لیکن یہ جھیل نہن کے کنارے ہوگی... پانی کے عین اوپر... سال میں صرف
ایک مرتبہ ایسا ہوتا ہے۔ رات ٹھیک ایک بنکے آپ ضرور دیکھئے جائیں۔«

» اب رات کے بارہ ایک بنکے کون دھکے کھاتا پھرے آتش بازی دیکھنے کے
چاڑیں...« میرا الجہ کسی سوس گلیشیر سے بھی سرد تھا۔ اور پتہ نہیں اتنی طویل جھیل
کے کوئے مقام پر یہ تماٹہ ہو گا اور میں تو راستہ بھی نہیں جانتا اور یوں بھی...«

”میں جانتی ہوں...“ اس نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا ”میں لے چل دیں گی۔ رات بارہ بجے ادھر ریستوران کے باہر آ جائیے گا...“ وہ جیسے ایک شاہی فرمان پڑھ کر فارغ ہو گئی اور پھر کاؤنٹر کے پیچے جا کر ان گاہوں سے بل وصول کرنے لگی۔ جب بے حد بوریت کے ساتھ اسے دیکھ رہے تھے کہ بی بی واپس اگر اپنا کام کر دیم نے بھی کہیں جانا ہے۔ میں ریستوران سے باہر آ کر کھدا ہو گیا۔

یہ کیا شے ہے؟ میں نے غصے پر قابو پاتے ہوئے سوچا... آشنازی ہو گی تو میں کیا کروں... اب مجھے کہیں کے دفتر سے اپنا پاسپورٹ اور کارنے باصل کرنا تھا اور کرایہ ادا کرنا تھا... لیکن میں وہاں کھدا رہا کیونکہ یہ ایک ایسی صورت حال تھی جو میری سمجھ سے تو باہر تھی۔ دراصل مجھے کچھ اور کہنا چاہئے تھا کہ جی نہیں شکریہ میں تو جا رہا ہوں اور... تو پھر میں کیا کروں؟... ایک لڑکے کے لئے ایک خاص عمر میں کسی بھی لڑکی کے لئے مخوبی بہت کشش تو بھر صورت ہوتی ہے چاہے وہ کہش اور نجھی ہوئی ہی کیوں نہ ہو۔

دوبارہ اسی ڈھلوان پر خیہ نصب کرتے ہوئے بھی میں بڑا تارہ لے شدید غصے اور بے چارگی میں بٹلا رہا کہ آخز یہ موٹی سوس لڑکی تقریباً تشد کے ذریعے مجھے یہ آشنازی کیوں دکھانا چاہتی ہے۔ میں نہیں دیکھنا چاہتا تو کیوں دکھانا چاہتی ہے... انکار میں اس لئے نہ کر سکا کہ اس نے تو مجھے مہلت ہی نہیں دی تھی... بس فرمان پڑھ دیا تھا کہ آج رات... ایک مرتبہ تو میں نے خیہ کی بیخیں پھر آنکھاڑ کر بھینے میں پھینک دیں کہ نہیں میں جا رہا ہوں یہاں کیا کروں گا... پھر میں کچھ کشست ہو گیا کہ ہاں یہ کہیں سا سٹ اتنی شاہدار ہے تو یہاں ایک رات اور قیام کرنا چاہیے اور اس لڑکی کے ساتھ قیمت آزمائی... عجیب بات ہے کہ وہ مجھے ہر سے لڑکی ہی نہیں لگتی تھی... ایک بوڑھی عورت لگتی تھی جو جوان ہے یا پھر کچھ اور لگتی تھی...۔

کوئی حیوان جس نے ایک عورت کے روپ میں پناہ لے رکھی ہے۔
 خیبر نصب کرنے کے بعد میں وقت گزارنے کے لئے شہر چلا گیا...
 شام کو لوٹا اور اپنے سلینگ بیگ میں لیٹ گیا... کچھ عختے میں کچھ سپر میں اپنے
 اور کچھ بیرو قوف محسوس کرتے ہوئے رات ہوئی اور بارہ بجئے میں چند منٹ پر میں اپنے
 آپ کو مناسب حد تک سنوار کر رسیتوران کے باہر اکھڑا ہوا... پوری کمپنگ ہڈ مرغ
 دفتر کی عمارت پر ایک دور دشیاں جبل رہی تھیں۔ ہر طرف خاموشی تھی کیونکہ خیبرہ زن
 حضرات کب کے سوچکتے۔ ظاہر ہے میرے جیسا بیرو قوف دہان کم ہی ہو گا جو
 رات بارہ بجے تک چند شتر لیاں وغیرہ دیکھنے کے لئے جا گتا رہے... رسیتوران
 کے عین اور ایک کمرہ تھا۔ وہاں سے کسی نے جھانکا اور پھر درسرے لئے وہ میرے
 ساتھ کھڑی سانی لے رہی تھی۔

”ہیلو“، اس نے ہاتھ آگے کر دیا۔

”ہیلو“ میں نے ہاتھ ملا یا لیکن نہایت بیہودہ محسوس کیا کیونکہ رات بارہ بجے
 کسی لڑکی کے ساتھ ہاتھ ملانا تو کوئی مناسب بات نہیں۔
 ”میں تمہارا نام جانتی ہوں...“ اندھیرے میں اس کی آواز آئی ”میں نے تماسے
 پاپلورٹ پر سے پڑھا تھا۔“

یہ لڑکی معلوم نہیں ہنتی کیوں نہیں تھی یہ حد سمجھدی سے ایک بے کیف
 طریقے سے پاتیں کرتی چلی جاتی تھی... اسے دیکھ کر میں خوشی یا اطمینان محسوس نہیں
 کرتا تھا بلکہ ایک وحشت تھی جو میرے اندر پھیلنے لگتی تھی۔ مجھے یعنی تھا کہ وہ مجھے
 صرف آتش بازی نہیں دکھانا چاہتی تھی۔ وہ کیا چاہتی تھی؟ شاید یہی جانشے کے لئے
 میں نے اپنا بندھا ہوا نیمہ کھول دیا تھا کہ یہ بُجھی بُجھی لڑکی اسکر کیا چاہتی ہے۔
 ”کیا ہم سچے آتش بازی دیکھنے کے لئے جائیں گے“ میں نے اندھیرے میں اُسے

جاننا چاہا۔

"ہاں جھیل تھن کے گناہے... وہ پرے ہو گئی" اور مجھے ہاتھ مت لگا وہ
میری وگ خراب ہو جائے گی؟
"تماری وگ، میرا منہ کھل گیا" تمارے بال نلتی ہیں؟

وہ خاموش رہی۔ اچھا اچھا تو اسی لئے یہ فرا فتی لگ رہی تھی... سینی یہ لڑکی
گنجی ہے اور اس نے وگ پس رکھی ہے... تو بہ... خواہ مخواہ وقت بر باد کیا، بہ حال
اب کیا ہو سکتا تھا۔

"آؤ" اس نے کہا اور منہ موڑ کر چلنے لگی۔
ہم کیپنگ سائٹ سے باہر تو آگئے لیکن اس کے بعد پتہ نہیں کہاں گئے...
یہ ایک عجیب اور تاریک سفر تھا۔

رات بارہ بجے میں ایک طویل میدان میں ہونکتا ہوا تقریباً دوڑتا ہوا خارہ
تھا۔ میرے لئے یہ میدان اس لئے تھا کہ ارڈر گرڈ تاریکی اتنی گھنی اور گاڑھی تھی کہ
کچھ نظر د آتا تھا۔ میں آنکھیں اُن کی آخری حد تک کھولے اور انہوں کی طرح ہاتھ
پھیلاتے چلا جا رہا تھا۔ میرے گھٹنے اور ٹٹنے پتھروں سے چھل چکے تھے اور ٹانگیں لرز
رہی تھیں۔ پھر ایک کو ہستا فی راستہ لے گیا۔ ایک ندی عبور کی اور اپنے کپڑے بھگوئے
میرا سانس پھول رہا تھا اور وہ میرے سامنے گم ہوتی جاتی تھی اور میں اس کے پیچے پیچے
ہانپتا چلا جاتا تھا۔ وہ رکتی تھی۔ شرپوچھتی تھی کہ ہیلو کیا حال ہے اور نہ سانس
لینے کے لئے صہرتی تھی میں چلی جاتی تھی اور اتنی مہلت نہیں دیتی تھی کہ میں پوچھ
سکوں کہ خاقون آخر میرا کیا قصور ہے تم ہو گوں اور مجھے کہاں لے جا رہی ہو ہے کیا
معافی نہیں مل سکتی؛ کبھی کبھار سیاہ بالوں والی یہ بکارہ کر پیچے دیکھ لیتی کہ کیا
میں فرار تو نہیں ہو گیا۔ بھلا میں نے کہاں جانا تھا۔ نہ میں پیچے جا سکتا تھا کہ پتہ نہیں

کوہر سے ہو کر میں کھڑا آفکلا تھا اور کہاں تھا اور واحد راست تو آگے تھا... اور میں چلا جا رہا تھا... وہ رُک کر دیکھتی کہ میں بھاگ کر منیں گیا اور پھر ایک قدر سے محنتہ ہرنی کی مانند قلاں پنیں بھرتی پھر وہ اور چشمون کو با آسانی پھلانگتی چلی جاتی... مجھے یقین تھا کہ اسے تاریکی میں بھی نظر آتا ہے اور یہ کوئی شے ہے... اس بھاگ دوڑ کے دورانِ مجال ہے جو اس نے منہ سے پکھ کیا ہو... اور میں اپنے آپ کو کس رہا تھا کہ دیکھو کیا سماقت کر دیجتا ہوں، اچھا بھلا کوچ کر رہا تھا اور اس بے ہودہ بلا کے کہنے پر رُک گیا... ایک مرتبہ میں نے اپنی تمام ترقوت جمع کر کے دوڑ لگادی اور اس کے بالکل قریب جا پہنچا، میرا ہاتھ ابھی اُسے پھوٹنے لگا تھا کہ وہ پھر ہوا ہو گئی... میرے پیسے چھوٹ رہے تھے اور میں غصے سے اُبل رہا تھا، میں اُسے کھا یا؟ بال کر کسی بھی صورت میں کھا جانا پا ہتا تھا...
بالآخر ہم اُس مقام پر پہنچ گئے جہاں آتش بازی کا میدانہ مظاہرہ ہونا متھا...
ہر طرف خاموشی تھی۔ اور تاریکی کی ایک ہموار پا درنگھی ہوئی تھی جو جھیل مٹن کے پانی تھے... پھنڈ کشیاں تھیں اور جھیل کے اندر جاتا ہوا لکڑی کے تنتوں کا ایک راستہ... وہ اُس پر جا کر کھڑی ہو گئی، اس نے ہاتھ اپنے گولہوں پر رکھے اور وہاں ہاتھ رکھنے کے لئے خاصی جگہ تھی اور کہنے لگی "اوہ"۔

میں نے سوچا شامِ خاتون جذباتی ہو کر "اوہ" کر رہی ہے اس لئے میں ذرا قریب ہونے کے لئے آگے بڑھا... آخر بیان لانے میں کوئی نہ کوئی مقصد تو ہو گا... اتنی تازیک اور بے آباد جگہ پر اور کیا ہو سکتا ہے۔

"اوہ" وہ تیزی سے بولی "میرا خیال ہے ہم دیرے پہنچے ہیں اور آتش بازی فتح ہو چکی ہے، آڈا پس چلیں" اس سے پیشتر کہ میں سامن درست کرنے کے لئے ملت مانگتا وہ پھر تاریکی

میں تاریک ہو رہی تھی... مرتا کیا نہ کرتا اور میں کرتا کر اس شے کے پیچے پیچے پھر سے دوڑتا اور کیا کرتا....

ٹھوکری کھاتے گرتے پڑتے اور اپنی زندگی سے بیزار ہوتے ہوئے جب میں واپسی کی دوڑ میں تھا تو ایک اور خیال میرے ذہن میں تیرا کہ یہ لڑکی فاتح الحفل ہے... مجھے اس ویرانے میں اس لئے لائی ہے تاک... لیکن وہ تو آگے آگے پلی جا رہی تھی۔ پھر وہ بدروج ہے اور ہاں بدروج ہی ہو سکتی ہے کیونکہ انہیں میں بخوبی دیکھتی ہے۔

کیپینگ کے پہلو میں برپوش یونگ فرد کے سامنے میں جو گھاس کا میدان تھا وہاں ایک سفید پتھر یا نشت تھی۔ میں اُس پر ڈھیر ہو گیا۔

بزرہ نار کے درمیان میں دونوں بھیلوں کو ملانے والی نہر بہہ رہی تھی... وہ اُدھر گئی اور کنارے پر بیٹھ کر بڑے الہیناں سے منہ ہاتھ دھو یا اور سکرت پھینک کر بریلیے پانی میں پاؤں اتار کر بیٹھ گئی۔ یونگ فرد س آنے والی ہوا رات کے اس پر تیز ہو رہی تھی اور میرے بدن کو جگونے والے پیسے پر چلتی تھی اور مجھے ٹھنڈا کر تیقی ... وہ میری طرف پشت کئے لاتعلق ہو کر بیٹھی تھی جیسے میری موجودگی سے بے نہر ہو۔ اُس لمحے میں نے اُس نظر کو دبایا جو مجھے بے چین کرتی تھی اور اُس غصتے کو آگے لایا جو مجھے میں اس فضول لڑکی کے لئے اُبل رہا تھا... میں اٹھا اور اُس کے قریب جا کر لیٹ گیا۔

وہ پچھلے بولی نہیں۔

وہ بہت صحت مند تھی۔

”گھاس بہت ٹھنڈی ہے“ بالآخر اُس نے سرگوشی کی۔

”ہوں“

درختوں کی تاریک اورت میں سے ایک روشن کشتوں یوں چلی آئی جیسے گھاس پر
روان ہو کہ نہر کا پانی تو لیتے ہوئے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔
”کشتی میں سوار لوگوں نے تو ہمیں نہیں دیکھا ہو گا؟“ وہ دری ہوتی بولی۔
”نہیں“

کیا یہ سب کچھ ایسا ہی ہوتا ہے اور اتنا ہی ہوتا ہے... ایک اتنی بڑی فیضی
کا پردہ جب اٹھتا ہے تو اس کے اندر بھی یہی کچھ ہوتا ہے۔ ایک گیلی گرمی اور
نا معلوم میں سرسرتا دبودھ میرے بدن پر اور کمر پر نینگ فراکی ٹھنڈی ہوا آتی تھی اور
اُسے چھو کر کچھ کم ٹھنڈی ہو جاتی تھی۔ میرے نہتوں میں گھاس کی مک جاتی تھی اور
ہانپتے ہوئے منہ میں گھاس کے بہترنکے جاتے تھے... مجھے یقین نہیں تھا کہ یہ فیضی
یہی ہے اور میں ہمہ وقت سوچ رہا تھا کہ بس یہی ہے.... اور پھر ایک بے اختیاری
نے مجھے بڑی طرح کلکیا یا اور بھجنخواہ اور مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ میں کہاں ہوں۔ کیا
ہوں اور وہ کون ہے... اور ہوا ایک مرتبہ پھر سر دلکنے لگی اور گھاس بھی ٹھنڈی
ہو گئی... اولین تجربے کی مدت سبھم کو چھوڑ دیتی تھی۔ میں اٹھا اور سفیدی شست کی جانب
چلنے لگا۔ اب میں اس کی موجودگی سے بے خبر تھا۔ مزید تھکا دٹوں سے میرا جسم بڑھ
رہا تھا۔

ایک بندگہ گھاس کے پیچے کیچھ رہتا... میں نے بہلکل اپنا پاؤں باہر نکالا اور
نشست پر بیٹھ کر کیچھ سے بھرے ہوئے بڑھ کے تسلی کھونے لگا۔
وہ اس دران آچکی تھی اور مجھے دیکھ رہی تھی۔

”میں کھولتی ہوں“ وہ بیٹھ گئی اور میرا ہاتھ بڑھ سے ہٹا دیا۔ اس نے کچھ
بھرے بڑھ اور جواب کو میرے گیئے پاؤں سے اتنی زمی اور آہستگی سے الگ
کیا جیسے عبادت کر رہی ہو۔ پھر نہر سے پانی لا کر وہ انہیں دھونے لگی۔ میں اپنا نگا

پاؤں نشست کے سر پتھر پر رکھے جیرت سے اُسے تکتا رہا۔ جرا ب پہنانے سے پیشتر اُس نے میرا پاؤں اپنی گود میں رکھا اور اس پر جھک گئی۔ اس کے لبوں کی نمی حسوس کرتے ہی میں یکدم خوفزدہ ہو گیا۔ ”تم کون ہو؟“

”جیسی...“ اُس نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ اندھیرے میں اُس کی آنکھیں بچھتی ہوئی دیا سلاسلی کی طرح ہلکی تودے رہی تھیں۔

”تم یقیناً سوچ رہے ہو گے کہ یہ لڑکی کسی ذہنی مرض کا شکار ہے۔“

”نہیں“ میں نے فوراً کہا حالانکہ میں بھی سوچ رہا تھا۔

”اور تم یہ بھی سوچ رہے ہو کہ میں بہت ہی آسان اور نہ رے اخلاق کی لڑکی ہوں۔“

”باکل نہیں“ میں یہ بھی سوچ رہا تھا۔

”نجھ سے بھوٹ مت برلو میں جانتی ہوں“ وہ پھر سے میرے پاؤں پر جھکنے لگی۔

”لیکن مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تم میرے بارے میں کیا سوچتے ہو۔ کیونکہ اب تم میرے ہو۔“

میں نے اپنا پاؤں کھینچ لیا۔

”اور تم نجھ سے ڈرتے بھی ہو۔“

”باکل نہیں۔“ میں اُس سے اتنا ڈر رہا تھا کہ میرا بجا گئے کو جی چاہ رہا تھا۔

”سُنوا کل دوپر جب تم ریستوران میں داخل ہوئے تو میں نے تمیں دیکھا... اور اُس لمحے کے بعد میرے تمام اختیار زندگی اور بدن کے تمہارے ہوئے۔ میں نے تمیں پہچان لیا تھا... میری دادی نے بتایا تھا کہ جسپی اپنی زندگی میں صرف ایک شخص سے محبت کرتی ہے اور وہ جب بھی اُس کے سامنے آجائے اسے پہچان جاتی ہے۔“

”تمہاری دادی کون تھی؟“

”جیسی۔“

”اور آج رات جمیل بُشن پر کوئی آتش بازی نہ تھی؟“

”اگر میں بھوٹ نہ بولتی تو تم چلے جاتے“ وہ پہلی مرتبہ سکرائی ”اور میں تمہیں

جانے نہیں دوں گی؟“

”اور اگر میں اس کے باوجود چلا جاتا تو؟“

”تو میں تمہارا یچاکر قی... میں نے دفتر میں جا کر تمہارے پاسپورٹ اور کینپنگ

کارنے سے تمہارا مانچسٹر کا پتہ نوٹ کر لیا تھا...“

ڈورنگ فرائے سفید دامن میں گلابی روشنی کا ایک بے آداز جھما کا ہوا اور چند
لمحوں میں تیز برفا فی ہوا چلنے لگی۔ کوہاپس کے اندر کسی واڑی میں بجلی چمک رہی تھی
اور اس کا شاید براؤں پر چمک کر ہلکا سادھا فی درے جاتا تھا۔ وہ میرے ساتھ لگ
کر بیٹھ گئی ”میرے دادا نے ہنگری کی ایک جیسی سے شادی کر لی۔۔۔ والدین نے
خانہ بدوسخون کی خلافت میں انبیاء کھر سے نکال دیا۔ وہ دونوں ننگدستی میں ہی
مر گئے مگر ایک دوسرے کے شاٹھ شدید محبت کرتے ہوئے... میرا باپ بالکل
سوں ہے۔ ستری بال اور سرخ دسفید کاروباری چہرہ اور میرے دو بہن بھائی
بھی... لیکن میں... بیسی ہوں اپنی دادی کی طرح اور میں نے تمہیں پہچان لیا
ہے“

یہ صورت حال ایک اٹھاڑہ انسیں سال کے بڑے کے لئے جسے بہتھیں
ایک آدمدار ہی شیو کرنے کی حاجت پیش آتی تھی بے حد ابھی ہوئی تھی۔ اور
مجھے وہ فی الحال اتنی اپھی بھی نہیں لگ رہی تھی۔

”میں تمہیں ابھی اپھی نہیں لگتی“ وہ جیسے میرے نیال کو اگے بڑھاتے ہوئے

بولی ”لیکن تم دیکھو گے کہ میں لگوں گی؟“

وہ بُرَن یونیورسٹی میں بڑش ایڈمنیسٹریشن کی طالبہ تھی اور گرمیوں کی چھٹیوں کے دوران کیپنگ کے رستوران میں بطور کیشیر کام کر رہی تھی۔

”میں تمہیں منیں جانے دوں گی“ میرے سینے پر پھیلتا سانش ایک سچے کاتھا جو مدت توں کھلے آسمان تلے گھومتا رہا اور اب گھر کی چوکھت پر منہ رکھے پناہ میں تھا۔

میں سارا دن شیئے میں سو یا رہتا اور شام ڈھلنے تیار ہو کر سبزہ زار کے نیچے بھتی نظر کے قریب سفید نشست پر جا بیٹھتا۔ جیسی ڈیلوں سے فارغ ہوتے ہی آ جاتی، یہ عجیب بات بھتی کہ وہ دن میں ہمیشہ بُجھی بُجھی اور ایک یتیم بچے کی ادا سی لئے ہوتی اور رات کی تاریکی میں اُس کی آنکھیں بُجھی لو دینے لگتیں۔

وہ دن ایسے نہیں تھے جن کے بارے میں آسانی سے کوئی رائے دی جاسکے۔ وہ خوشی اور ناخوشی میں اپھرتے اور ڈوبتے دن تھے۔ وہ جوانی کی حد تول میں پہنچنے کے دن تھے لیکن ان میں مسترت کچھ کم بھتی اور ادا سی اور ایک نامعلوم ڈر کچھ زیادہ تھا۔ جیسی کوئی کم بھجے وہ کچھ نہیں ہوتا تھا جو رو تھک کے دیکھنے سے ہوتا تھا۔ اس کی قربت میں ایک خوبصورت تاریکی بھتی اور میں اُس تاریکی میں چلتا جاتا تھا۔۔۔۔۔ وہ پاہتی بھتی کہ میں کمبل طور پر قابض ہو جاؤں اور اس کے ساتھ سارے اپھے اور بُرے سلوک کروں اور تب وہ خر سے سڑاٹا کر چلے کر دیکھا اُس نے آج میرے ساتھ یہ کیا اور مجھے یہ کہا کیونکہ اُسے میں نے پہچان لیا ہے۔۔۔ اور میں بھجکتا تھا۔۔۔ میں زیادہ آگے گئیں جاتا تھا۔

” یہ تم نے ڈھلوان پر خیہ کیوں لگایا ہے میں کھسک جاتی ہوں“ وہ کہتی۔

وہ اپنے بارے میں بہت کم بات کرتی تھی... مجھ سے بھی زیادہ کلام نہ کرتی...
صرف دیکھتی رہتی اور مجھے کسی شے سے نہ روکتی۔

ایک روز میں ریستوران میں بیٹھا کافی پی رہا تھا کہ ایک امریکی لڑکی میرے سامنے آبیٹھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے جیسا کہ اخلاق کا تعاون تھا اور پھر عام قسم کے چند فقردان کا تبادلہ ہوا کہ آپ کہاں سے آئے اور کیا یہ شہر غرب صوبہ نہیں ہے اور کتنے روز بھر نے کا ارادہ ہے وغیرہ وغیرہ... پھر میں نے جپسی کو دیکھا جو کسی گاپک سے ہل وصول کرنے کے دواران اوہر دیکھ رہی تھی اور اگلے لمحے میرے سر پر کھڑی تھی۔

”ہمیلو“ میں نے مسکرا کر کہا۔

” یہ یہاں کیوں بیٹھی ہے؟“ اُس کی بھی ہوتی سیاہ آنکھوں میں گھری تاریکی تھی۔
” یہ...“

” ہاں اور تم اس کے ساتھ کیا باتیں کر رہے تھے؟“
” دیکھو لیڈی“ امریکی لڑکی نے منہ بناؤ کر کہا۔ ”کیا اس ریستوران میں تمہاری اجازت کے ساتھ بیٹھا جاتا ہے؟“ میرا خیال ہے تمہیں اخلاقیات کے سکول میں سپلی چاوت میں بھی داخلہ نہ مل سکے گا۔ صورت حال نازک ہونے کو تھی۔

” میں اُٹھا اور جپسی کو باز دستے پکڑ کر پرے لے گیا“ یہ تم کیا کر رہی ہو؟“
” تم نے اگر کسی لڑکی کے ساتھ بات کرنی ہے تو میری نظر دن سے ذور ہو کر کرو... میرے سامنے نہیں... پلیز میرے سامنے نہیں“ اس نے مجھے دیکھا اور چپوا پس چلی گئی۔

اس رات سفید نہشت پر میٹھے ہوئے ہمارا پہلا جگدا ہو۔

” ہم دونوں صرف اور صرف عام قسم کی گفتگو کر رہے تھے جس طرح ایک انسان

دوسرے انسان کے ساتھ خوشنگوار ہونے کے لئے کرتا ہے اور میں اُس لڑکی کا نام بھی نہیں جانتا اور نہ ہی اُسے پسند کرتا ہوں اور خدا کے لئے میں تمہاری جائیداد نہیں ہوں۔“

”تم میری جائیداد ہو“ وہ قریب ہوئی اور اس کی آواز میں اتنی فرمی اور بھڑاٹھا کہ میں اپنا غصہ بھول گیا۔

”وہ لڑکی کیا سوچتی ہو گی“ میں نے کہا۔ میں تو تمہیں دوسرے لڑکوں کے ساتھ بات پھیت کرنے سے منع نہیں کروں گا۔“

”میں چاہتی ہوں کہ تم منش کرو۔ یعنی تو میں چاہتی ہوں۔“ تم کیوں ایسا نہیں کرتے؟“
”کیونکہ یہ یہود قوفاڑ بات ہے۔ ہم دونوں آزاد فرد ہیں اور...“

”نہیں اب ہم آزاد نہیں ہیں“ وہ ہوئے سے بولی۔ ”ہم آزاد تھے۔ اُس لمحے سے پہلے جب تم ریستوران میں داخل ہوئے تھے... اب ہم صرف ایک دوسرے کے لئے ہیں۔ کسی اور کے لئے نہیں...“ میری وادی مجھے بتایا کرتی تھی کہ ایک روز میرے دادا کا ایک قریبی دوست جو اکثر نہیں ملنے آتا تھا کھر آیا لیکن اُس وقت دادا دہاں موجود تھے۔ وہ ان کے بارے میں پوچھ کر چلا گیا۔ شام کو جب دادا گھر آئے تو میری وادی نے کہا۔ تمہارا ایک دوست تمہیں ملنے آیا تھا۔ انہوں نے پوچھا۔ کونسا دوست... میری وادی کہنے لگیں۔ مجھے نہیں پتہ۔ میں نے تمہارے بعد کسی مرد کو دیکھا ہی نہیں۔ سامنے ہو بھی تو دیکھتی نہیں۔ پتہ نہیں کون تھا...“

”یہ کچھ روشنی سا معاملہ تھا“ میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ ”میک ہے پہلی جنگ عظیم کے لگ بھگ عشق ایسے ہی ہوں گے اور خانہ بدوش بھی اسی قسم کے ہوں گے لیکن اب تو ذرا دنیا مختلف ہو چکی ہے۔“

”میرے خون میں بھر کچھ ہے وہ کبھی نہیں بدے گا...“ بن تم نے آئندہ میرے

سامنے کسی سے بات نہیں کرنی اور اگر میری غیر موجودگی میں کسی لڑکی کے ساتھ گفتگو کرو تو بھی بعد میں مجھے نہیں بتانا دوڑ بہت بڑا ہو گا...“

”کیا بڑا ہو گا؟“ میں مزید خوفزدہ ہوا ”تم نے خانہ بدوشیں والا کوئی جلا و خبر کہیں چہا رکھا ہے؟“

”کیا میں تمہیں پہلے دن کی نسبت اب اپھی نہیں لگ رہی؟“ اس نے یکدم موضوع بدل دیا۔

”نہیں تم تو مجھے پہلے دن بھی اپھی لگی تھیں“

”بھروسہ مت بولو... لیکن تم دیکھنا میں اپھی لگوں گی تم دیکھنا... میں تمہیں سلمان کا میں اپھی لگوں گی...“

”سلمان کا... یہ کہاں ہے؟ اور تم مجھے دہاں کیوں اپھی لگوں گی؟“

”میں ان چھٹپوں کے بعد سلمان کا یونیورسٹی میں داخلہ لے رہی ہوں ہسپا زوی زبان سیکھنے کے لئے...“ تم بھی کسی کو رس میں داخلہ لے لینا اور ہم دونوں...“

”جلپی...“ میرے لفظ میں سختی تھی؛ میں اس وقت ماپنچھڑی میں پڑھ رہا ہوں اور میں اگلے دو تین روز میں یہاں سے جو منی اور ہالینڈ کے راستے دا پس چلا جاؤں گا.... میں کس سلسلے میں سلمان کا یونیورسٹی میں داخلہ لے لوں؟“

”نا راضی نہیں ہونا... ابھی تو تم کہیں نہیں جا رہے... ماپنچھڑ تھا را گھر تو نہیں کہ تمہیں دا پس جانا پڑے... بھر حال سلمان کا میں موسم سرما بے حد خوشگوار ہوتا ہے...“ مجھے حسوس ہوا جیسے میں ایک دلدار میں پختنے والا ہوں اور مجھے ابھی اور اسی وقت ہمت کر کے یہاں سے نکل جانا پاہیئے... اس لڑکی سے دور ہو جانا پاہیئے...“

”کیا سوچ رہے ہو؟“ اس نے جیسے میرے اندر جھانکا ”دیکھو تم خوفزدہ ہو جلتے ہو لیکن یہ بھی تو سوچ کر میں بے حد مجبوہ ہوں اس معاملے میں... میں یکسے تمہیں

۱۳۹

پلے جانے دوں... میں یہ سوچ منیں سکتی کہ تم مجھ سے الگ ہو جاؤ گے... میں یہ نہیں ہونے دوں گی۔"

میں خاصی درج پہ بیٹھا رہا۔ میں کیا کروں... جہاں اس صورت حال میں خوف کا غصہ تھا وہاں اس میں ایک عجیب سی کشش بھی تھی۔ شدت سے چاہئے جانے کی شے... چاہئے اس میں اذیت ہی کیوں نہ ہو۔

میں نے بالآخر سر جھکا اور کھڑا ہو گیا۔ میں پوری زندگی اسی سعیدشست پر بیٹھے رہیں گے؟ اس نہ کو دیکھتے رہیں گے جو تاریکی میں ایک اثر سے کی طرح رک رہی ہے اور یہ بسزہ زار ہمارا بیڈ رومن بنارہے گا؟... ہم کیاں اور منیں جا سکتے ہیں؟ " جہاں جانیں گے وہاں دوسراے لوگ ہوں گے...؟" اس کی آواز مدمم تھی۔ ہم کیوں دوسروں کو دیکھیں؟... تمہارے خیمے میں چلیں؟"

" منیں میں سڑکوں اور بازاروں میں گھومنا چاہتا ہوں اور لوگوں کو دیکھنا چاہتا ہوں" میں کیپنگ کی جانب چلتے لگا۔ میں اس پودہ داری سے تنگ آگیا ہوں اور مجھے یہ مسلسل خاموشی پنڈ منیں؟"

وہ سر جھکائے میرے پیچے چلنے لگی۔

کیپنگ سے باہر آگر ہم نے پل پار کیا اور پھر شیکسی کے ذریعے انڑلاکن کے اس حصے میں چلے گئے جو جھیل کے کنارے پر ہے اور جہاں سیاہوں کی گھماگھی رہتی ہے روشنیاں اور شام کی ترنگ میں چکتے دیکتے چھرے اور زندگی کے شور نے مجھ پر عجیب اثر کیا... جیسے طویل قید کا مٹنے والا رہائی کے بعد آبادی میں گھومتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ اور ہاں زندگی کے اس شور میں چپی ایک مصری می کی طرح چلی جا رہی تھی۔ آس پاس سے بے نہر اور لا تعلق.... وہ کبھی کبھار میری طرف خالی نظروں سے دیکھ لیتی اور میں... یوں بھی میں اُسے پہلی مرتبہ ایک ایسے لباس میں دیکھ رہا تھا جو شاش

نھا اور دیدہ زیب تھا.... ہم ایک کافی بازار میں گئے جو اپنے جا زینڈ کی وجہ سے مشہور تھی.... زینڈ کے تمام تر سازندے جبشی تھے۔ یہاں روشنی کم تھی البتہ لوگوں کے چہرے فرورغست سے پچکتے تھے اور وہاں ایک پُرمترست موسم تھا۔ کچھ جوڑے رقص میں خور تھے.... ہم نے اپنی پسند کی مشہد بات خریدیں اور ایک کونے میں بیٹھ گئے۔

”کیسی جگہ ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”اچھی ہے“ اُس نے ملکار کر کہا۔ اگر تمہیں پسند ہے تو اچھی ہے“

”تم اس لباس میں بہت خوبصورت لگ رہی ہو“ میں ذرا توصیفی مُوذ میں شکا۔

”مجھے کوئی بھی لباس اچھا نہیں لگتا... میرا جسم ایسا ہے نا۔“ اُس نے اپنے پرہنچیلی جما کر کہا۔ لباس مجھے قید کر دیتا ہے اور میرا دم گھٹتا ہے۔“

جا زینڈ ایک امر کی کوک دُص“ دین دے سیشن گو مارپنگ ران...“ بجارتہا تھا اور بہت والہاڑ طریقے سے بجارتہا تھا یعنی سازندے خوب لک رہے تھے اور جو جنم بہت تھے۔ ایک سازندہ جو ایک بہت بڑا ساز بھیں بجارتہا تھا دانت لکالتا تھا اور میری طرف دیکھ دیکھ کر ہاتھ بلا تھا تھا۔ میں نے جواب میں ہاتھ بلانا مناسب نہ سمجھا کیونکہ میرا تجربہ مٹا کر اس قسم کے ساز نہ سے بعد میں آپ کی میر پر آ جاتے ہیں اور آپ کے پلے سے غُب کھاتے پتتے ہیں....

”کیا تم اس ماحول سے واقعی لطف انداز ہو رہے ہو؟“ اس نے میری طرف دیکھا اور بچھ پوچھا۔

”ہاں کیوں نہیں؟“ میں نے ذرا بھروسے کہ ”ذرا موسیقی تو سنوا اور یہ شودادیہ مدھم روشنیاں...“

”چلوا پس چلتے ہیں؟...“

”کہاں؟“

”دیں اپنے گھاس کے میدان میں اور... اپنی نہر کے کنارے“

”تم ہو کیا؟... میں نے تلگ آگر کہا“ تمیں زندگی، روشنی اور شور پر نہیں؟...“

خاموشی اور تنہائی تو زندگی میں بہت ہو گی ابھی سے الگ ہو کر بیٹھ جائیں... کھانے کے بعد چلے جائیں گے“

”تم مجھ سے کہیں نہ فت تو نہیں کرنے لگے؟“ وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی ”منز مجبھے پکھ تجربہ نہیں کہ اپنے مرد کو کس طرح قابو میں رکھتے ہیں۔ شام میں کچھ زیادتی کر جاتی ہوں... دیکھ میرا جی چاہتا ہے کہ صرف تم میرے پاس رہو... باقی سب کچھ کہیں اور ہم اور تم الگ ہو کر میرے پاس رہو... اور ہم نہر کے کنارے لیٹے رہیں... چلیں؟“

”منیں! بھی منیں! مجھے بالآخر مسکرانا پڑا۔

”آکا... آہا“ بینڈ میں شامل جبشی ہر بات تھہ بدار ہاتھا اب میرے اوپر آن کھڑا ہوا“ یہ کیا ہو رہا ہے... آہا کیا شاندار لڑکی ہے تمہاری... خوش قسمت شیطان...“

تم مجھے بیٹھنے کے لئے منیں کو گے؟... ماپنھر سے کب آئے؟“

یہ جبشی یقیناً میرا شناس تھا اور میں حسب نہ مل اپنے بھلکٹپن میں اسے پہچان میں پایا تھا۔

”تم اپنا تعارف کر داؤ گے؟“ میں نے اس انداز میں کہا جیسے صریحاً مذاق کر رہا ہوں۔“ ہاں کیوں نہیں... تم رو میر کی اولاد... میں تمہارا پُرانا دوست شا من ہوں...“

تمہارا ہم جماعت یہ تو یہ شا من تھا... یہ بد نکت یہاں کیسے پہنچ گیا۔ شا من جب شر کا ہے والا تھا لور انتہا لی عیار جبشی تھا۔ وہ ایک عرصے سے انگکٹان میں مقیم تھا اور اس کی آمد نے کے ذرا بخ نا صسلم سے تھے۔

”تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“ میں نے حیرت سے کہا۔

”میں یہاں بینڈ میں کام کرتا ہوں... کھانا اور خاص طور پر پینا مفت... پچھے تجوہ
بھی اور بونس میں ایک آدھ خاتون... سوری“ اس نے جپسی کی طرف دیکھا۔
”یہ میری دوست ہیں...“ میں نے اس کی طرف اشارہ کیا ”اور یہ شامن ہے“
”میں شامن ہوں“ اس نے دانت نکال کر کہا۔

”لیکن تم سازندے کیسے بن گئے؟“

”بھٹی میں گرمیوں کی چھٹیوں میں پیرس گیا اور وہاں گرمی بہت تھی۔ ہاں ایک
نیگر کے لئے بھی پیرس ان گرمیوں میں بہت گرم تھا۔ اس کے علاوہ بہت ڈل شر
ہے اور مہنگا چنانچہ میں ادھر سوٹھر لپیٹا گیا۔ انہر لاؤں سے گذر ہوا تو یہاں ایک دوست
مل گیا جو اس بینڈ میں کام کرتا تھا۔ کہنے لگا۔ کام کرو گے؟ میں نے کہا کہ مجھے تو موسیقی
اور سازوں کے بارے میں کچھ علم نہیں۔ وہ کہنے لگا۔ تم نکر د کر د اگر تم جیشی ہو اور
وہ تم ہو تو تم آدمی موسیقار ہو۔ میں یہاں آگیا اور اب میں کو آخوند میں لے کر اُس
کے تاروں پر بھکا جھومنا رہتا ہوں۔ کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ میں بھا نہیں رہا صرف
جھوم رہا ہوں.... رہائش یہ اپر اسی کافی بار کے اور ایک کمرہ ہے...“ اس نے ذرا
قریب ہو کر مجھے غور سے دیکھا ”چاہیئے؟“

”نہیں...“ میں نے جپسی کی جانب دیکھا جو کسی خیال میں گم تھی یہ شامن ہے“

”میں شامن ہوں“ اس نے دانت نکال کر کہا۔

”کیا آپ دونوں بہت گھر سے دوست ہیں؟“ جپسی نے شامن سے پوچھا۔

”بہت گھرے...“

”ترپھر میں آپ کو پسند نہیں کرتی...“

”اچا! شامن کامنہ کھل گیا“ ظاہر ہے آپ تراسے پسند کرتی ہیں... ہا ہا
مجھے معلوم تھا کہ جپسی نے یہ بات مزاق میں نہیں کی۔ وہ کسی کو بھی برداشت

نہیں کر سکتی تھی... شامن کو بھی کچھ شک سا ہوا کہ خاتون کچھ مختلف ہے اس لئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”تم کیپنگ میں ہوناں... تو پھر میں کل آؤں گا تمہاری طرف...“

”کل تو ہم دونوں کہیں جا رہے ہیں“ جپی نے فرما کیا۔

”اچھا ہے“ شامن نے منہ کھول کر کہا ”اچھا تو... اچھا سن تو میساے پاس پچاس فراںک ہوں گے۔ مانچسٹر والی پر لوٹا دوں گا...“

میں نے اُسے پچاس فراںک دے دیئے اور وہ مسکرا تا اور دانت نکالتا اور پھر کچھ سر کھجاتا بیٹر پینے کے لئے چلا گیا۔

”کیا یہ واقعی تمہارا بہت گہرا دوست ہے؟“

”اگر تھا قواب نہیں ہے کیونکہ میں نے اُسے پچاس فراںک ادھار بردے دیا ہے۔ اور ادھار ہمارے ملک میں کہا جاتا ہے مجبت کی قیپنی ہے“

”تو تم اس سے مجبت کرتے تھے؟“

”نہیں بابا... اچھا دفعہ کرو... اور کہا ناکھاؤ“

ہم کافی بارے باہر آئے تو وہ میرے ساتھ لگی ہوئی اس طرح چل رہی تھی جیسے اُسے کچھ خطرہ ہو۔ جیسے وہ جنگل میں ہو۔

پہلے عبور کر کے ہم کیپنگ میں داخل ہوئے تو وہاں خاموشی تھی اور اس سے پرے گھاس کا میدان تھا۔ جپی بیسے اپنے گھر میں آگئی ہو وہ زیرِ ب کچھ لگنگنا نے لگی۔

”یہ تم کیا لگنگنا رہی ہو؟“ میں نے بیزاری سے کہا۔

”ایک اطالوی گیت...“

”اور اُن کا مطلب کیا ہے؟“
 ”پتہ نہیں... رینڈریلاڈی لوٹا... پتہ نہیں اس کا مطلب کیا ہے لیکن مجھے اپنا
 لگتا ہے۔“

ہم شیئے میں چلے گئے
 ”میں نے تمیں کہا تھا ان کے میں ڈھلوان پر کھنک جاتی ہوں...“ اندھیرے میں
 جیسی کی آواز ایک مدھم سسکی تھی۔
